تعزیراتِ اسلام

از جناب مولانا بشیر احمد صاحب قاضی تحصیل باغ (آزاد کشمیر)

(جناب مولانا بشیر احمد صاحب "مجموعہ تعزیراتِ اسلام" کے نام سے اسلامی قوانین کی جدید طرز پر دفعہ بندی (CODIFICATION) کے سلسلے میں تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ اس مجموعہ کے اجزاء بالاقساط ترجمان القرآن میں پیش کیے جائیں گے۔ (ادارہ))۔

اسلامی قوانین کو عدالتوں میں عملاً نافذ کرنے کے لیے ایک اہم ضرورت ان کی دفعہ بندی کی ہے جس سے پیش آمدہ مسائل کا حکم بروقت معلوم کیا جا سکے۔ فتاویٰ عالمگیری اسی طرح کی ضرورت کے پیش نظر اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کرایا تھا۔ اسی طرح سلطان عبدالحمید ثانی نے بھی المجلۃ الاحکام العدلیہ کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ اس دَور میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی قوانین کو دفعہ بندی کی ہیئت دے کر ان سے استفادہ میں سہولت پیدا کی جائے خصوصاً اس دَور میں جب کہ باصلاحیت اور محنتی رجال کار کا قحط ہے۔ دوسری طرف اسلامی قوانین ہماری کتب فقہ کے اندر ابواب و فصول کی شکل میں اس طرح موجود ہیں کہ اُن میں قانون کے بیان کے ساتھ ائمہ کے اختلافات اور اُن کے دلائل کو بھی ساتھ ساتھ بیان کیا جاتا ہے اور اکثر و بیشتر ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک ہی امام کے متبعین کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مفتی بہ قول کو تلاش کر کے عمل کا مدار اسی کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے اس طرح کی چھان بین کرنے کے لیے بہترین صلاحیت کے ساتھ ساتھ کافی وقت کی بھی ضرورت ہے جس کا ہمارے معاشرے میں تقریباً فقدان

ہے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی قوانین کو بھی دفعہ بندی کا قالب پہنایا جائے تاکہ اس کی رفتار میں اس طرح کی عملی دشواریوں کا خاتمہ ہو جائے۔

اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے ابتدائی قدم کے طور پر "مجموعہ تعزیرات اسلام" کے نام سے بعض نافذ شدہ قوانین کی دفعہ بندی کی جاتی ہے۔ مگر آگے جانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اسلامی تعزیرات کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جائے تاکہ افہام و تفہیم میں سہولت پیدا ہو جائے۔

رائج الوقت ملکی قانون میں جب تعزیر کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مطلق سزا ہوتی ہے خواہ یہ سزا کسی بھی جرم کے بدلے میں دی گئی ہو۔ جبکہ اسلامی قوانین میں جب تعزیر کے لفظ اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد مخصوص قسم کی سزا ہوتی ہے یعنی ایسی سزا جس کا تعین قرآن و سنت میں موجود نہ ہو بلکہ اس کا انحصار قاضی مجاز کی صوابدید پر ہو۔ مگر اس کا یہ مطلب لینا غلط ہوگا کہ ہماری کتاب مجموعہ تعزیرات اسلام میں صرف ان سزاؤں کا ذکر ہے جن کا تعین قرآن و سنت میں موجود نہیں ہے اس لیے کہ نام کی وضع کی ایک قسم تعزیر کے اعتبار سے ہے مگر اس میں باقی سزاؤں کی اقسام بھی مذکور ہوں گی۔

اسلامی سزاؤں کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ تعزیر ۲۔ حد ۳۔ قصاص

پھر حد کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔ حد سرقہ ۲۔ حد قطع الطریق ۳۔ حد قذف ۴۔ حد زنا ۵۔ حد شرب خمر

اور قصاص کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ قصاص بالنفس ۲۔ قصاص دون النفس۔ پہلی قسم میں قتل کا بدلہ قتل ہوتا ہے اور دوسری قسم میں اعضا و جوارح میں جراحات کا بدلہ ہوتا ہے۔

اس وقت حد سرقہ اور حد قطع الطریق سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی کی جاتی ہے۔ ان دونوں کی شرائط مشترک ہیں البتہ شرائط سرقہ میں ایک شرط یہ ہے کہ سارق نے خفیہ طور پر سرقہ کیا ہو کہ قابض کو اس کا علم نہ ہو جبکہ حد قطع الطریق میں بھی خفیہ طور پر جرم کا ارتکاب شرط ہے مگر اس میں خفیہ سے مراد قابض مال کا عدم علم نہیں ہے بلکہ امیر المومنین کا عدم علم مراد ہے یعنی اس کے علم کے بغیر اس کی حکومت میں قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔ ان جرائم کی مزید تشریح اپنے مقام پہ آئے گی۔ سرقہ کی تعریف بھی آگے آئے گی مگر اس مقام پہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعریف میں اس فرق کو واضح کیا جائے جو مروجہ عصری

قانون میں سرقہ کی تعریف میں پایا جاتا ہے۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۸ میں سرقہ کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ "جو کوئی بددیانتی سے کوئی مال منقولہ کسی شخص کے قبضے سے اس کی بلا رضامندی لینے کی نیت سے اسے لینے کے لیے اس مال کی تبدیل بیجا کرے تو کہا جائے گا کہ شخص مذکور نے سرقہ کا ارتکاب کیا ہے"۔ اس تعریف سے سرقہ کی قسم "موجب تعزیر" کا ثبوت تو ہو جائے گا مگر سرقہ موجب حد کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ موجب حد کے لیے من جملہ شرائط سے یہ بھی ایک بنیادی شرط ہے کہ مال کو خفیہ طور پر لیا جائے، جس کا ذکر اس تعریف میں موجود نہیں ہے۔ پھر مال کی مقدار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اس کا ذکر بھی اس تعریف میں نہیں ہے۔ نیز "کسی شخص کے قبضے سے" کی قید سے لازم آتا ہے کہ اگر ایک چور مال کی چوری کرے اور ابھی اس پر حد جاری نہ ہوئی تھی کہ اسی مال کو دوسرا آدمی چوری کر کے لے جائے تو پہلے کی شکایت پر دوسرے چور کو بھی پہلے جیسا چور تصور کیا جائے گا حالانکہ شرعاً ایسا نہیں ہے بلکہ فرق ہے۔ اس لیے کہ پہلے چور نے ایسے قابضِ مال سے سرقہ کیا ہے جس کا قبضہ مال پر قانونی قبضہ تھا، اور دوسرے چور نے جب پہلے چور سے مال کا سرقہ کیا تو اس وقت پہلے چور کا قبضہ مال پر غیر قانونی تھا لہٰذا دونوں کا جرم ایک نوعیت کا نہیں ہو سکتا مگر مذکورہ تعریف سرقہ پر لازم آتا ہے کہ جرم ایک ہی نوعیت کا ہو۔ اسی طرح "تبدیل بیجا" کا لفظ بھی کافی مبہم ہے۔ بیجا تو یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ مال کو گھر کے کمرہ سے نکال کر گھر کے صحن میں رکھ لے۔ اس طرح کے فعل سے اس کو تعزیر تو دی جا سکتی ہے مگر حد نافذ نہیں ہو سکتی کیونکہ حد کے لیے ضروری ہے کہ شے کو محفوظ جگہ سے اُٹھا کر قابض کے مکان یا اس کی جائے محفوظ سے بھی باہر کر دے۔ غرضیکہ اس تعریف میں شرعی اعتبار سے کافی نقائص پائے جاتے ہیں لہٰذا اس تعریف کو سرقہ موجب حد کے لیے کافی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۳۷۸ کی تشریح نمبر ا مع تمثیل بھی شرعی قانون کے اعتبار سے کافی نقائص کی حامل ہے۔ تمثیل یہ ہے:

"کوئی شے جب تک کہ وہ زمین سے پیوستہ رہے چونکہ مال منقولہ نہیں ہے لہٰذا ایسی شے نہیں ہے جس کی نسبت سرقے کا ارتکاب ہو سکے، مگر جونہی کہ وہ زمین سے جدا کی جائے اس وقت شے مذکورہ چرانے کے قابل ہو جائے گی۔ مثلاً زید بکر کی زمین میں سے ایک درخت اس نیت سے کاٹے کہ اس کو بکر کے قبضے سے بکر کی بلا رضامندی بددیانتی سے لے لے۔ جونہی بکر نے اس درخت کو اس طرح

سے لے جانے کے لیے کاٹ لیا سرقہ کا مرتکب ہوا۔"

اس تعریف میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کو قابض کی بلا رضامندی بددیانتی سے لے جانے کے لیے چرانے کے قابل کر دے تو وہ سارق کہلائے گا۔ حالانکہ قانونِ شرعی میں وہ اس وقت سارق کہلائے گا جبکہ اس چیز کو مالک کے قبضہ سے بھی اس کے علم و رضامندی کے بغیر باہر نکال دے۔ لہٰذا تمثیل مذکورہ میں مجرم تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار تو ٹھیرایا جائے گا مگر اس کو حد کی سزا نہیں دی جائے گی۔

بعض لوگ یہ شبہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی تعزیرات اتنی سخت ہیں کہ ان کا متحمل ہمارا معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کے شبہات انہی لوگوں کو پیدا ہوتے ہیں جن کو اسلامی قوانین کا گہرا مطالعہ نہیں ہے۔

جہاں تک قانون کی سختی کا تعلق ہے اگر اس کو تسلیم بھی کیا جائے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے اس لیے کہ قانون اگر سخت ہو گا تو اتنا ہی ملک کا امن و امان بھی مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گا۔ قتل و غارت اور فساد و بگاڑ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند رہے گا۔ مگر اسلامی تعزیرات میں تکمیل جرم سے لے کر ثبوت جرم تک کے مراحل کو دقت نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ شبہ انتہائی بے وزن معلوم ہو گا۔ مثلاً عام مقدمات کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو کافی سمجھا گیا ہے مگر حدود اللہ میں عورتوں کی گواہی کو سرے سے قبول ہی نہیں کیا گیا۔ پھر حدود میں حد سرقہ کی سزا قطع ید ہے۔ بلاشبہ یہ سخت سزا ہے مگر اس کے اندر بھی عورتوں کی گواہی کو مسترد کرنے کے علاوہ اس کے ثبوت کو بے شمار شرائط عاید کر کے مشکل تر بنا دیا گیا ہے۔ پھر اس سے بھی سخت سزا رجم کی ہے مگر اس کے ثبوت کے لیے بجائے دو مردوں کے چار عینی مردوں کی شہادت کو ضروری قرار دے کر انتہائی دشوار کر دیا گیا ہے۔ اس طرح کی کڑی شرائط کا نتیجہ یہی نتیجہ نکلے گا کہ ان سزاؤں کا وقوع بہت شاذ و نادر ہی ہو گا۔ پھر حد کے ثبوت کے بعد بھی اگر کوئی ادنیٰ شبہ پیدا ہو جاتے تو حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر یہ سخت سزائیں ہیں تو ان کے ثبوت کو بھی سخت کر دیا گیا ہے تاکہ ان کی نوبت بہت ہی کم آئے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اگر مجرمین سے حد ساقط ہو جائے تو ان کو کھلی چھوٹی مل جائے گی۔ بلکہ جرائم کے سدباب کے لیے ان پر تعزیری

سزاؤں کو عائد کیا جائے گا جن کے ثبوت میں اتنی شدت نہیں ہے ۔ مزید تفصیل اس مجموعہ میں ذکر کی جائے گی ۔

اس مجموعہ کی تیاری میں ان امور کا خیال رکھا گیا ہے :۔

۱ ۔ معتمد اور مشہور کتابوں پر اعتماد کیا گیا ہے ۔

۲ ۔ مفتیٰ بہ قول کو دفعہ کی عبارت میں ذکر کیا گیا ہے اور ائمہ کے اختلافات کو اس دفعہ کے ذیل میں تشریح کے عنوان سے بیان کر دیا گیا ہے ۔

۳ ۔ حنفی مسلک کو دفعہ کی بنیاد بنایا گیا ہے اور باقی ائمہ کے مسلک کو اس کے ذیل میں بیان کر دیا گیا ہے ۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٥

(باقی)